۷۳واں باب

اپنے وعدہ ایمان و تسلیم کو یاد کرو

سُوْرَۃُ فَاطِر

منکرین کی ساری توجہ اب مقاطعہ کے نتائج پر ہے، جواُن کے خیال میں یہ تھے کہ بنو ہاشم محمد (ﷺ) کی پشت پناہی سے باز آجائیں گے۔ اُن کا خیال تھا کہ اس ٹارگٹ کو حاصل کرنے کے بعد وہ معاملات سے بتدریج نبٹ سکیں گے۔ قریش کے لیے فوری طور پر تمام مسلمانوں سے تعرض کرنا جو تمام قبیلوں میں نفوذ کیے ہوئے تھے ممکن ہی نہیں تھا، وہ جان گئے تھے کہ اگر سختی کی گئی تو مسلمان حبشہ یا کہیں اور نکل جائیں گے اور یہ بھی امکان ہے کہ مسلمانوں کی جانب سے سختی کا جواب سختی سے دیا جائے۔ اور خانہ جنگی شروع ہو جائے۔ یہ قریش کے مقتدر طبقے کی جانب سے ایک طرح کی یک طرفہ[۲۳۹] عارضی جنگ بندی (cease fire) تھی، جس کے دوران وہ، دیکھو اور انتظار کرو (wait and see) کی پالیسی پر گامزن تھے۔

مقاطعہ کے دوران مکہ میں پرامن ماحول

مسلسل تین ہنگامہ خیز برسوں [سنون بعدِ نبوت ۴، ۵ اور ۶] کے بعد مکہ میں پر امن ماحول، اللہ تعالیٰ کی جانب سے شر میں سے خیر کی برآمدگی تھی۔ اِن پچھلے تین برسوں میں کفار، اسلام اور مسلمانوں کا آخری حد تک مذاق اُڑانے کے بعد کانوں میں روئی کے پھوئے ٹھونسنے اور آخر کار جبر و تشدد کے سارے حربے آزمانے سے تھک ہار چکے تھے کہ اسی اثنا میں ہجرت حبشہ ہو گئی، جس سے قریش کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ ساتویں برس کے بالکل آغاز [ماہِ محرم کے آغاز] میں قریش کے کچھ سرداروں کی جانب سے بنو عبدالمطّلب کے مقاطعہ سے اہلِ ایمان کو اس کامل جنگ بندی کے دوران اپنی صفوں کو درست کرنے اور اپنی بات کو مخالفین تک پوری تفصیل و وضاحت سے سنانے کا موقع مل گیا تھا، مخالفین کے پاس رکھے روئی کے پھوئے تو ناکارہ اور جلے ہوئے کارتوس تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے حبشہ میں عزت و تکریم کے

۲۳۹ اس لیے کہ پچھلے سال مسلمانوں کی جانب سے سورۃ الکافرون میں کسی قسم کی مفاہمت کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔

بعد یہ امن اور جنگ بندی کا ماحول دوسری سیاسی فتح تھی۔ اب جو قرآن نازل ہو رہا ہے، اُس میں تشدد پر صبر کی تلقین، قیامت کے مناظر، ہجرت کی تلقین، اتمامِ حجت کی باتیں اُس زور اور یکے بعد دیگرے پیہم نظر نہیں آرہی ہیں جیسی سورۃ القصص تک نظر آتی رہی ہیں۔ اب ماحول کے ٹھہراؤ میں سورتوں میں بھی وہ ٹھہراؤ اور نرمی دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ چیز بڑی وضاحت سے آپ سورۃ الفرقان میں دیکھ چکے ہیں اور اس سے قبل سورۃ الانبیاء میں اس اندازِ خطابت کی تبدیلی کی پیش رفت کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ یہ مقاطعہ کا عرصہ درحقیقت ایک عبوری دور (transitional phase) ہے، جس میں بہت سے تربیتی کاموں کے ساتھ ساتھ جم کر بنیادی عقائد کی تعلیم اس طرح تکمیل پائے گی کہ جاہلیت مشرکانہ اور عقلی جاہلیت[240] کو تا قیامت ایک مسلمِ یک سو کو گم راہ کرنے کا موقع نہ ملے۔

خالقِ کائنات کی جانب سے سورۃ الانبیاء ، سورۃ القمر اور سورۃ الفرقان کے بعد اب روح الامین سورۃ فاطر لے کر آئے ہیں توحید پر ارض و سماء سے شہادتیں، شرک کے خلاف بھرپور استدلال، عذاب رسیدہ قوموں کے آثار قدیمہ سے عبرت، مؤمنین صف بندی، آنے والے وقت کے لیے سیرت و کردار کی تیاری، یہ وہ موضوعات ہیں جن کو بڑی ہی حکمت اور مناسب نرمی سے، جنگ بندی کے پر امن ماحول سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس سورۃ میں گفتگو کے لیے چنا گیا ہے۔ سورۃ کا آغاز اللہ تعالیٰ کی تعریف و شکریے سے ہوتا ہے۔

اللہ ہی خالق ہے اور اُسی کے لیے تعریفیں اور شکریے ہیں

پہلی دو آیات ملاحظہ فرمائیے، کہا گیا کہ اللہ نے مختلف کاموں کے لیے مختلف استعداد کے ساتھ مختلف جسمانی ساختوں پر فرشتوں کو پیدا کیا ہے، اس حوالے سے مزید کچھ نہیں کہا گیا اور سامعین کو یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا کہ اللہ کی ڈیزائن کردہ اور پیدا کردہ مخلوق کو تم پوجتے[241] ہو اور خالق کو بھول جاتے ہو! پھر کہا گیا کہ اللہ جس کو چاہے اپنی رحمت اور انعام سے نوازے، اس بیان میں اُن کے اعتراض کا جواب پوشیدہ ہے کہ تم کون ہو یہ پوچھنے والے کہ محمد (ﷺ) بن عبد اللہ کو کیوں رسول بنایا؟ کوئی سردار یا کوئی مال دار اللہ کو نہ ملا! اور بین السطور یہ بھی کہا جارہا ہے کہ تم کو اگر محروم رکھا ہے تو بلا لاؤ اپنے دیوی دیوتاؤں کو کہ وہ

۲۴۰ جاہلیت مشرکانہ، محسوس خداؤں اور روزِ حساب کے انکار سے اور عقلی جاہلیت یا سیکولرازم، وحی کی احتیاج سے آزادی سے نمو پاتی ہے۔

۲۴۱ قریش فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں گردانتے تھے۔

تمھیں کچھ عطا کر دیں۔ اور یہ کہ کش مکش تو اب ایک کانٹے پر آئی ہے، سو دیکھو کہ کس کو عزت ملتی ہے اور کون رسوا ہوتا ہے، اس عزت کی بات کو اسی سورہ میں آگے اور کھولا جائے گا۔

۸۰: سُوْرَۃُ فَاطِر [۳۵ — ۲۲: ومن یقنت]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اللہ ہی خالق ہے اور اُسی کے لیے تعریفیں اور شکریے ہیں، ساری تعریفیں اور شکریے اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اور دو دو اور تین تین اور چار چار بازوؤں والے فرشتوں کو پیغام رساں مقرر کرنے والا ہے۔ وہ اپنی مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ انسانوں کے لیے جس رحمت کا بھی دروازہ چاہے کھول دے، اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے اسے اللہ کے بعد پھر کوئی اور کھولنے والا نہیں۔ وہ زبردست قدرت والا اور حکمت والا ہے۔ .... مفہوم آیات ۱تا۲

آگے خطاب تو منکرین ہی سے ہے، اسلوبِ خطاب مگر عام ہے یعنی اب خطاب سارے انسانوں سے [أَيُّهَا النَّاسُ کے ذریعے] ہے اور نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو تسلی ہے کہ سارے پچھلے نبی بھی اسی طرح جھٹلائے گئے تھے۔ یہ بات یہاں نوٹ کرنے کی ہے کہ اب تک، غارِ حرا میں پہلی وحی نازل ہونے سے نویں سال کے وسط تک، جتنا بھی قرآن نازل ہوا ہے اُس میں صرف ایک مرتبہ سورۃ لقمان کی ۳۳ویں آیت میں یاأَيُّهَا النَّاسُ کے ذریعے خطاب کیا گیا ہے۔ قارئین دیکھیں گے اِس سورہ مبارکہ [فاطر] میں یہ اندازِ خطاب تین جگہوں پر ہے، یہ نشانی ہے حالات کے تبدیل ہو جانے کی اور خطاب کے اہلِ مکہ سے عام انسانوں کی جانب پھر جانے کی۔

اے لوگو! اللہ کے جو احسانات تم پر ہیں انھیں یاد رکھو [ہرگز فراموش نہ کرو]۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق مہیا کرتا ہو؟ ۔۔۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، آخر تم کہاں بہک رہے ہو؟ اے نبیؐ! اب اگر یہ لوگ تمھیں جھُٹلاتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں تم سے پہلے رسُول جھٹلائے جاتے رہے ہیں، اور انجامِ کار سارے امور آخر کار اللہ ہی کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔........... مفہوم آیات ۳ تا۴

دنیا کی چمک تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے

لوگو! اللہ کا وعدہ یقیناً پورا ہونا ہے، لہٰذا دنیا کی زندگی [کی چکا چوند] تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی اللہ کے بارے میں وہ بڑا دھوکے باز [ابلیس لعین] تمھیں دھوکہ دینے پائے۔ درحقیقت شیطان تمھارا دشمن ہے، تو تم بھی اس کے ساتھ اپنی

دشمنی کا رشتہ ہی رکھو۔ وہ تو اپنے غول کو اپنی طرف صرف جہنم کا ایندھن بنانے کے لیے بلاتا ہے۔ جن لوگوں نے کُفر کیا [نبیؐ کی پیش کردہ دعوت قبول نہیں کی] اُن کے لیے آخرت میں سخت عذاب ہے اور جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ .... مفہوم آیات ۵ تا ۷

اگلی آیات میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپؐ جب دعوتِ دین کا پوری طرح حق ادا کر رہے ہیں تو شرک اور باپ دادا کی تقلید پر اصرار کرنے والوں کے ایمان نہ لانے کی آپؐ کے اوپر کوئی ذمہ داری نہیں ہے، جو لوگ نفس کی بندگی اور فسق و فجور کے خوگر ہیں، اُن کے ایمان نہ لانے اور فضول باتیں بنانے پر آپؐ نہ غمگین ہوں اور نہ ہی انھیں راہ راست پر لانے کی فکر میں اپنا خون جلائیں۔

اسی مقام پر اللہ تعالیٰ اپنی ایک سنت بیان کرتے ہیں کہ مستقل اللہ کے عطا کردہ ضمیر کی آواز کو دبا کر نفس کی بندگی کرنے سے، انسانی نفسیات میں ایک تبدیلی آتی ہے، وہ یہ کہ ایسے شخص کو لذت آگیں بے قید زندگی اور فسق و فجور خوش نما نظر آنے لگتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کیوں کر ایمان قبول کرے گا۔ اور پھر اُس کی خود اختیار کردہ گم راہی کو اللہ تعالیٰ ایسے افراد کے لیے اِن الفاظ میں اپنی سنت قرار دیتے ہیں کہ اللہ جسے چاہتا ہے گم راہ کرتا ہے۔

اے نبیؐ! جس شخص کے لیے اُس کا فسق خوش نما بنا دیا گیا ہو اور وہ اُسے اچھا خیال کر رہا ہو وہ کیوں کر ایمان قبول کرے گا! حقیقت یہ ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے گم راہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ پس اے نبیؐ! تمھاری جان ان لوگوں کے ایمان نہ لانے کے غم میں ہلکان نہ ہو۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ اُس سے خوب باخبر ہے۔ .... مفہوم آیت ۸

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ایک بہت عام مشاہدے سے روزِ قیامت دوبارہ زندگی ملنے پر اسی طرح قرآن کے نورِ ہدایت سے راہ گُم کردہ، مُردہ معاشروں کے جی اُٹھنے پر استدلال کرتے ہیں۔ یہ ایک طور سے معاشرے میں غلبہ حق کی بھی نوید ہے۔

لوگو! وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، پھر وہ بادلوں کو اُٹھاتی ہیں، پھر ہم انھیں ایک مُردہ زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں اور برستے بادلوں سے مُردہ پڑی زمین کو حیاتِ نو بخش دیتے ہیں۔ مُردہ انسانوں کا دوبارہ جی اُٹھنا بھی یوں ہی ہوگا۔ .... مفہوم آیت ۹

اللہ کے علاوہ تمام معبودانِ باطل خود ساختہ ہیں

اللہ تعالیٰ اہلِ مکہ کے منکرین سے خطاب فرما رہے ہیں کہ اے نادانو! یہ نبیؐ جس راہ کی طرف تم کو بلا رہا ہے اس میں تمھارا اپنا ہی بھلا ہے۔ اسی میں عزت و وقار ہے۔ تمھارا یہ گمان کہ اِن بتوں سے خلع حاصل کر لو گے تو پورے حجاز سے تمھارے پاس اِن کے پُجاری آنے بند ہو جائیں گے، تمھاری عزت خاک میں مل جائے گی، تمھاری مذہبی چودھراہٹ اور اُس کے پردے میں چھپی تمھاری اکانومی تباہ ہو جائے گی، تو جان لو کہ عزّت ساری کی ساری اللہ کی ہے۔ اُس کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے اعمالِ صالحہ کے ساتھ اُٹھو گے تو عزت والے کے پاس سے عزت ملے گی۔ اس کلمے کو لے کر اُٹھنے والے ہمارے رسولؐ اور اس کے متبعین کے خلاف تمھاری تدبیریں دراصل اُسؐ کے خلاف نہیں بلکہ تمھارے اپنے خلاف پڑ رہی ہیں۔ تمھاری ساری چالیں اور سازشیں اور منصوبے ناکام ہونے والے ہیں۔

> جو کوئی عزت چاہتا ہو تو یاد رکھے کہ عزّت ساری کی ساری اللہ کی ہے۔ اُس کی بارگاہ میں جو چیز اُوپر چڑھتی ہے وہ صرف پاکیزہ کلمہ [اقرارِ توحید و رسالت] ہے، اور عملِ صالح اس کلمے [۲۴۲] کو اُوپر چڑھاتا ہے۔ جو لوگ [اللہ کے نبی کو نیچا دکھانے کے لیے] بُری چالیں چل رہے ہیں اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور اُن کی سازشیں اور ناپاک منصوبے انجامِ کار غارت ہونے والے ہیں۔ .... مفہوم آیت ۱۰

اے قریش کے سردارو سوچو! اپنی پیدایش پر غور کرو، اللہ کی وسیع سلطنت اور اُس کے اندر اُس کی طاقت، اُس کے عِلم اور اُس کی قدرت کا مشاہدہ کرو۔ اس کائنات کے اند مظاہرِ قدرت کو دیکھو، دریاؤں اور سمندروں کے مختلف اوصاف کے پانیوں اور اُن کے مختلف مزوں اور اُن دونوں سے ملنے والی خوراک اور اپنی ضروریات کے پورے ہونے پر تفکر کرو، تم جان جاؤ گے ایک ہی معبود اور دعاؤں کا سننے والا حاجت روا اور مشکل کشا ہے، باقی سب جھوٹے افسانے ہیں۔

> اللہ نے تم کو [بارِ اوّل] مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفہ سے، پھر تمھیں جوڑے جوڑے بنایا۔ اور کوئی عورت نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب کچھ اللہ کے عِلم [منصوبے اور اجازت] سے ہوتا ہے۔ کوئی عمر پانے والا عمر نہیں پاتا [زندگی

---

۲۴۲ خالی خولی اقرارِ ایمان اللہ کی بارگاہ میں پہنچنے کے لیے اوپر نہیں اُٹھ پاتا، اُس کی اللہ کے یہاں قبولیت کے لیے اعمالِ صالحہ کی دلیل درکار ہوتی ہے۔

جاری نہیں رکھ پاتا]اور نہ کسی کی عمر میں کچھ کمی ہوتی ہے مگر یہ سب کچھ ایک رجسٹر میں درج ہے۔اللہ کے لیے یہ سب آسان ہے۔ .... مفہوم آیت ۱۱

اور پانی کے دو ذخیرے [مثلاً ایک اتنا نمکین کہ کڑوا سمندر، دوسرا پہاڑوں کی برف سے نکلتا شیریں پانی والا دریا، دونوں]یکساں نہیں ہیں۔ایک میٹھا اور پیاس بُجھانے والا ہے، پینے میں خوش گوار، اور دُوسرا انتہائی نمکین اور کڑوا۔ مگر دونوں سے تم تروتازہ گوشت حاصل کرتے ہو اور زینت کی چیز [سیپیاں اور موتی]نکالتے ہو جس کو پہنتے ہو، اور انھی پانیوں میں تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم اللہ سے اُس کے فضل کے طالب بنو اور تاکہ تم شکر گزار بنو۔ وہ دن کے اندر رات کو اور رات کے اندر دن کو پیہم داخل کرتا رہتا ہے کہ چاند اور سُورج کو اُس نے مسخّر کر رکھا ہے، سارا کچھ انتظام ایک معین و مقرر وقت تک چلے [یا گردش کیے] جا رہا ہے۔ وہی اللہ تمھارا مالک و پالن ہار ہے۔ بادشاہی اسی کی ہے۔ اُس کے سوا جن جن سے [حاجت روائی اور مشکل کشائی] کے لیے دعائیں مانگتے ہو وہ بیچارے ایک حقیر باریک سی جھلّی جس میں کھجور کی گٹھلی ملفوف pack ہوتی ہے، تک کے مالک نہیں ہیں۔ .... مفہوم آیات ۱۲ تا ۱۳

اے لوگو! خود کھلی آنکھوں سے دیکھو کہ وہ معبود جن کو تم پوجتے ہو اُن کی حقیقت کیا ہے۔ ہم تمھیں بتاتے ہیں کہ جن گزرے ہوئے اللہ کے نیک بندوں کو تم ولی اور کارساز جان کر نزدیک و دور سے پکارتے ہو وہ بے چارے تو سنتے ہی نہیں، اندر کی یہ اتنی صحیح بات، اللہ کے علاوہ تمھیں اور کون بتا سکتا ہے کہ وہ سنتے ہی نہیں........اور یہ کہ قیامت کے روز وہ تمھاری نذر نیاز اور سجدوں کا انکار کر دیں گے!

یہ تمھارے معبود، جنھیں تم پکارتے ہو، تمھاری دُعائیں سُنتے تک نہیں، اور بالفرضِ محال سُن بھی لیں تو فریادرسی تو کجا، [ان دعاؤں اور التجاؤں کا] تمھیں کوئی جواب تک نہیں دے سکتے۔ اور قیامت کے روز وہ تمھارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ واقعی صورتِ حال کی ایسی صحیح exactاطلاع تمھیں ایک باخبر کے سوا کوئی دوسرا نہیں دے سکتا۔ مفہوم آیت ۱۴

سوچو تو سہی کیا شرک کے لیے دنیا میں کوئی معقول بنیاد موجود ہے؟ آسان سی بات ہے سارے اُس کے محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں ہے! جان لو اور مان لو، یہ نبی تمھارے مستقبل کا فیصلہ کرنے آیا ہے، اگر تم نے اس کی بات نہ مانی تو حجاز پر تمھاری یہ شان و شوکت چلی جائے گی، اللہ کو کیا مشکل کہ تم کو فنا کر کے کسی اور کو لے آئے، اور سرداروں اور قبیلوں کے بڑے لوگوں کے چکر میں آئے تمام عام قریشی لوگ [عوام کالانعام] بھی جان لیں کہ قیامت کے دن یہ لیڈر تو کیا تمھارے قریبی عزیز تک کام نہ آئیں گے۔

اہلِ ایمان کو بشارت ہے کہ دنیا اور آخرت میں کام یابی اور کامرانی اُن کے لیے طے کر دی گئی ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کو باور کرایا جارہا ہے کہ اے اللہ کے رسول! ان نادان منکرین کی باتوں سے آزردہ نہ ہوں۔ آپؐ کی اتباع صرف وہ لوگ کریں گے، جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز کا [پابندی وقت، خشوع و خضوع کے ساتھ[243]] خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔

لوگو! تم ہو اللہ کے محتاج وہ کسی کا محتاج نہیں وہ تو بے نیاز اور حمید ہے۔ [اُس پر تمھارا ایمان لانا اُس کے لیے کوئی فائدہ مند نہیں] وہ چاہے تو تمھیں فنا کر کے نئے لوگوں کو زمین میں تمھاری جگہ لے آئے، یہ اللہ کے لیے ذرا مشکل نہیں۔ کوئی [اپنی کوتاہیوں کا] بوجھ اُٹھانے والا شخص کسی دُوسرے شخص کے گناہوں کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔ اور اگر کوئی گناہوں کے بوجھ سے جھکا ہوا شخص اپنا بوجھ اُٹھانے کے لیے مدد کا طالب ہو گا تو اس کے بوجھ کا کوئی ذرا سا حصّہ بھی اُٹھانے نہ آئے گا چاہے وہ قریب ترین رشتہ دار [بھائی، بہن یا شوہر بیوی اور بیٹا، بیٹی یا ماں باپ] ہی کیوں نہ ہو۔ اے نبیؐ! تم تو صرف انھی لوگوں کو اس یاد دہانی کی طرف متوجہ کر سکتے ہو جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز کا [پابندی وقت، خشوع و خضوع کے ساتھ] خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ جو شخص بھی پاکیزگی اختیار کرتا ہے، اپنی ہی بھلائی ہی کے لیے کرتا ہے۔ اور پلٹنا سب کو اللہ ہی کی طرف ہے۔ .... مفہوم آیات ۱۵ تا ۱۸

اہلِ ایمان، منکرین کے مقابلے میں بہر طور کام یاب و کامران ہیں

اگلی آیات میں خالقِ کائنات اِن منکرین سے سوال کرتا ہے کہ کیا تمھاری عقل یہ گواہی نہیں دیتی کہ بھلے اور بُرے کو یکساں نہ ہونا چاہیے؟ یہ گمان کہ دونوں ہی طرح کے لوگ مٹی میں مل کر فنا ہو جائیں تو یہ اُس مالک الملک کی شان سے بعید ہے۔

۲۴۳ نماز کے قیام میں پابندی وقت اور خشوع و خضوع دو بنیادی اجزا ہیں، علماء کرام اِن دو کے ماسوا نماز باجماعت کے اہتمام، مساجد کی آباد کاری اور ایسے اسلامی معاشرے کے قیام کی کوشش کو بھی شامل کرتے ہیں جہاں کسی بھی مسلمان کے لیے نماز کو ترک کرنا انتہائی مشکل اور قابلِ دست اندازی سرکار ہو۔ ہم نے یہاں صرف پہلے دو اجزا کے ذکر پر اس لیے اکتفا کیا ہے کہ مکی دور میں قیام نماز میں یہی دو اجزا تھے جب قرآن کی یہ آیات آٹھویں نویں سالِ نبوت میں نازل ہو رہی تھیں۔ بقیہ اجزا مدنی دور میں قیام صلوٰۃ کا حصہ بنے۔

نابینا اور بینا ایک جیسے نہیں ہیں، نہ ہی اندھیرا اور روشنی، نہ چھاؤں اور دُھوپ اور نہ زندہ اور مُردے یکساں ہیں۔ اللہ جس کو چاہتا ہے [اپنی سنت کے مطابق] سُننے کی اجازت دیتا ہے، مگر اے نبیؐ! تم قبروں میں پڑے مُردوں [244] کو نہیں سُنا سکتے۔ تم تو بس انجام سے خبردار کرنے والے ہو۔ ہم نے تم کو حق کی دعوت کے لیے [مؤمنین و صالحین کو ابدی جنتوں کی] بشارت دینے والا اور [مشرکین و منکرین کو آتشِ دوزخ کے ابدی عذاب سے] ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور کوئی اُمّت ایسی نہیں ہوئی ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ اب اگر یہ لوگ تمھیں جھُٹلاتے ہیں تو اِن سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں انھوں نے بھی ہمارے رسولوں کو جھُٹلایا تھا، اُن کے پاس ہماری جانب سے مبعوث رسُول واضح دلائل، صحیفوں اور روشن کتاب کے ساتھ آئے تھے۔ پھر جن لوگوں نے نہ مانا اُن کو میں نے پکڑ لیا اور دیکھ لو کہ میری سزا کیسی سخت تھی۔

.... مفہوم آیات ۱۹ تا ۲۶

کائنات کی تخلیق پر تدبر و تفکر والے ہی صاحبانِ علم ہیں

اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ صاحبانِ علم اور صاحبانِ تقویٰ کی کیفیت اور شناخت بتا رہے ہیں کہ وہ انسان جو آفاق و انفس کے مظاہر میں بوقلمونی میں غور و فکر کرتے ہیں وہ اس حقیقت کا علم پا جاتے ہیں کہ اِن کا پیدا کرنے والا ایک اللہ ہے، اس حقیقت کا علم اُن کو حقیقی عالم بناتا ہے اور اس معرفت کے نتیجے میں وہ خالق سے بے اختیار خشیت اختیار کرتے ہیں۔ پس صرف ایسے اہلِ علم ہی اللہ سے ڈرتے ہیں، ڈر پاتے ہیں یا ڈر سکتے ہیں، اس سارے تقوے کے باوجود جو اُن سے خطائیں ہو جاتی ہیں اللہ اُن سے درگزر فرماتا ہے۔

تم نے کیا دیکھا نہیں کہ اللہ آسمان سے پانی برساتا ہے، اور پھر ہم نے اس سے مختلف رنگوں کے پھل پیدا کیے۔ پہاڑوں میں بھی مختلف رنگوں کی سفید، سُرخ اور گہری سیاہ دھاریاں ہیں اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور مویشیوں کے اندر بھی مختلف رنگوں کی مخلوقات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے صرف علم رکھنے [245] والے لوگ ہی اُس سے

---

۲۴۴ دعوتِ حق سننے سے محروم سردارانِ قریش، جن کی ہٹ دھرمی اور انکار پر اصرار نے اُن کے قلوب کو سر بمہر کرنے کا اہل اور طالب بنایا اور اِن کو مناسب اور اہل پا کر طلب کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے 'ختم القلوب کا انعام' ملا، انجام کار اِن کی سر بریدہ لاشیں بدر کے خشک کنوئیں میں پڑی تھیں۔ یہ زندگی میں بھی حق بات سننے اور اُس پر لبیک کہنے کے لیے چلتی پھرتی زندہ لاشیں تھیں۔

۲۴۵ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ سے کچھ لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ یونی ورسٹیوں کی ڈگریاں اور مدارس کی اسناد ہی علم کی گواہی اور اللہ سے ڈرنے اور تقوے کی سند ہیں۔ سید مودودیؒ اس آیۂ مبارکہ کی

ڈرتے ہیں۔بے شک اللہ زبردست اور درگزر فرمانے والا ہے۔ .... مفہوم آیات ۲۷تا۲۸

پیغمبر ﷺ کے اہلِ ایمان رفقاء کی اعلیٰ سیرت کی گواہی

پچھلی گفتگو کے دو سلسلوں میں اہلِ ایمان کی تعریف ہے،اُن کے لیے کام یابی کی بشارتیں ہیں اور اِن ہی پر صاحبانِ علم و تقویٰ کی بات صادق آتی ہے کہ آزمائش کے کڑے دور میں یہی لوگ نبی ﷺ کی دعوت پر ہر خطرے کو مول لے کر لبیک کہنے والے ہیں۔

اگلی آیات میں اس قافلے کے راہیوں کی، اللہ کے نبی ﷺ کے ہمراہیوں کی سیرت و کردار پر تحسین اور جو اس میں شامل ہونا چاہیں،اُن کے لیے اوصاف مطلوبہ کا ایک بیان ہے۔

اے پیغمبر! تمھارے اہلِ ایمان ساتھیوں میں سے جو لوگ کتابُ اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں،اور جو کچھ ہم نے انھیں رزق [مال و متاعِ دنیا] دیا ہے اُس میں سے اعلانیہ اور پوشیدہ دونوں طرح اللہ کی خوشنودی کے لیے خرچ کرتے ہیں، یقیناً وہ کبھی نقصان میں نہ جانے والی ایک تجارت میں اللہ کے ساتھ اس لیے شریک ہیں تاکہ اللہ اُن کو بھرپور اجر دے اور اوپر سے مزید اپنے فضل سے بڑھ کر بھی عطا فرمائے۔بے شک اللہ بخشنے والا اور قدردان ہے۔اے نبیؐ! جو کتاب ہم نے تمھاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے یہی حق ہے،اُن کتابوں کی پیشین گوئیوں کی مصداق [۲۴۶]

تفسیر میں لکھتے ہیں:-

"جو شخص خدا سے بے خوف ہے وہ علّامہ دہر بھی ہو تو اِس علم کے لحاظ سے وہ جاہلِ محض ہے۔ اور جو شخص خدا کی صفات کو جانتا ہے اور اس کی خشیت اپنے دل میں رکھتا ہے،وہ اَن پڑھ بھی ہو تو ذی علم ہے۔ اسی سلسلے میں یہ بات بھی جان لینی چاہیے کہ اس آیت میں لفظ ''علماء'' سے وہ اصطلاحی علماء بھی مراد نہیں ہیں جو قرآن و حدیث اور فقہ و کلام کا علم رکھنے کی بنا پر علمائے دین کہے جاتے ہیں۔ وہ اس آیت کے مصداق صرف اسی صورت میں ہوں گے جبکہ ان کے اندر خدا ترسی موجود ہو۔ یہی بات حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمائی ہے کہ لیس العلم عن کثرۃ الحدیث و لکن العلم عن کثرۃ الخشیۃ۔ ''علم کثرت حدیث کی بنا پر نہیں ہے بلکہ خوف خدا کی کثرت کے لحاظ سے ہے'' [تفہیم القرآن، حاشیہ ۴۹، سورۃ فاطر]

۲۴۶ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ کے معانی بیشتر مفسرین یہ لیتے ہیں کہ یہ کتاب [قرآن] سابقہ کتب کی تصدیق کرتی ہے۔یہ معانی بھی قابلِ قبول ہیں، تاہم ہمارا رجحان دیگر مفسرین کے اُن معنوں کی جانب

ہے جو اس سے پہلے سے موجود ہیں۔ بے شک اللہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے۔

.... مفہوم آیات ۲۹ تا ۳۱

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کتاب کے وارث کون ہیں؟

گزشتہ آیات میں پیہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین، اہلِ ایمان رفقاء کی تحسین اور اُن کے لیے بشارتوں کے بعد اللہ تعالیٰ اُن پر اپنے ایک بہت بڑے انعام اور احسان کا تذکرہ فرمارہا ہے کہ اس آخری نبیؐ پر جو کتابُ اللہ کا حصہ (قرآن) ہم نازل فرمارہے ہیں اُس کے تاقیامت اہلِ ایمان ہی وارث ہیں۔ تاہم اپنی نیکیوں کے معاملے میں سبقت، عزیمت کی راہ اختیار کرنے کے عزم اور باطل کا بے خوفی اور بے جگری سے مقابلہ کرنے کے معاملے میں ہر انسان مختلف ہوتا ہے، اس وراثت کی علم برداری میں بھی یہ مختلف مراتب پر ہیں۔

پھر ہم نے اس کتاب [قرآن] پر ایمان لانے والے تمام ہی لوگوں کو اس کتاب کا وارث بنادیا، اِنھیں ہم نے اِس وراثت کے لیے اپنے بندوں میں سے چُن لیا ہے۔ اب کوئی تو ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں [۲۴۷]،

ہے جو اوپر تحریر کیے گئے ہیں۔

۲۴۷ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ سے مراد وہ کتاب پر ایمان لانے والے ہیں جو اس کتاب کے مطالبات کو پورا کرنے میں پیچھے رہ جاتے ہیں اور نیکیوں کی راہ میں اُس طرح نہیں بڑھتے جس طرح یہ کتاب مطالبہ کرتی ہے۔ دورِ نبوت میں جب یہ آیات نازل ہو رہی تھیں [آٹھویں یا نویں سالِ نبوت میں] مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ حبشہ میں مقیم تھا، مکہ میں موجود مسلمانوں میں سے بنوہاشم کے قبیلے کے مسلمان بمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاطعہ کا شکار شعب ابی طالب میں مقیم تھے۔ اُس وقت موجود کتاب کے حاملین میں سے وہ جو آگے بڑھ کر اشاعتِ دین اور اقامتِ دین کے لیے جدوجہد نہیں کر رہے تھے یا خوف سے اسلام کی حقانیت کے قائل ہو جانے کے باوجود اپنے ایمان کو کفار کے ڈر سے چھپائے ہوئے تھے وہ درحقیقت اپنے فائدے میں نقصان کر رہے تھے، اپنی جان پر ظلم ان معنوں میں کہ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بن کر قربتِ الٰی اللہ کے جو انعام صفِ اوّل کے لوگ [جیسے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یا دیگر اصحابِ مبشرہ رضی اللہ عنہم] حاصل کر رہے تھے، وہ اُس سے محروم تھے۔ ہر گزرتے وقت کے ساتھ کتاب کے وارثین، مسلمانوں میں یہ تعداد بڑھتی چلی گئی اور آج صورتِ حال یہ ہے کہ ۹۹ فی صد سے زائد کلمہ گو قرآن کے معیار پر [فرائض کی ادائیگی اور منکرات سے اجتناب کے ذریعے] اسلام کے کم از کم تقاضوں کو پورا نہیں کر رہے اور اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

اور کچھ میانہ رو ہیں، اور کچھ اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں، یہی 'سبقت' بہت بڑا فضل ہے۔ یہ لوگ [سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ] ہمیشہ رہنے والی جنّتوں میں داخل ہوں گے۔ وہاں انھیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے، وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا، اور وہ کہیں گے کہ شکر ہے اُس اللہ کا جس نے ہم سے غم دُور کیا، بے شک ہمارا رب معاف کرنے والا اور قدر افزائی فرمانے والا ہے، جس نے ہمیں اپنے فضل سے ابدی قیام کے گھر میں اتارا، اس میں نہ ہمیں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ کبھی تکان لاحق ہوگی۔ .... مفہوم آیات ۳۲تا۳۵

منکرین کو فہمایش

سورہ اپنے اختتامی موضوع پر آگئی، وہ جنھوں نے رسول کو ستایا اور اُس کا مقاطعہ کیا ہے، اُن سے خطاب ہے، اُن ہی کو فہمایش ہے:

اور جن لوگوں نے رسولؐ کی پیش کردہ ہدایت کا انکار کیا ہے اُن کے لیے ہمیشگی والی جہنّم کی آگ ہے۔ جس میں نہ موت آئے گی کہ مر کر عذاب سے نجات پا جائیں اور نہ ہی اُن کے لیے جہنّم کے ہر دم بڑھتے عذاب میں کوئی کمی کی جائے گی۔ ہم کافروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ وہ وہاں چیخیں اور چلائیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال لے تاکہ ہم اُن اعمال کے برعکس جو پہلے کرتے رہے تھے، نیک عمل کریں۔ انھیں جواب دیا جائے گا کہ کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی نصیحت سُننا چاہتا تو نصیحت لے سکتا تھا! اور تمھارے پاس توڈرانے والا ہمارا رسولؐ بھی آچکا تھا۔ اب مزا چکھو۔ ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں ہے۔ .... مفہوم آیات ۳۶ تا ۳۷

بلاشبہ اللہ آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز کو جانتا ہے، وہ تو سینوں کے اندر دفن رازوں اور خیالات کی اُٹھتی لہروں تک سے واقف رہتا ہے۔ وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں جانشین بنایا ہے۔ اب جو کوئی ہماری ہدایات و آیات کا انکار کرتا ہے اس کے انکار اور ناشکری کا وبال اُسی پر ہے، اور منکرین کے لیے ان کا پیہم انکار، اُن کے رب کے نزدیک، اس کے غصے کو بھڑکانے ہی کا سبب ہوتا ہے اور خود ان انکاریوں کے لیے نقصان میں اضافے پر اضافہ۔ بس۔ اے نبیؐ! ان سے پوچھو کہ کیا تم نے کبھی اپنے اُن شریکوں [خداؤں] کی حالت پر غور بھی کیا ہے جن کو تم اللہ کے سوا حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لیے پکارا کرتے ہو! ذرا مجھے وہ چیزیں تو دکھاؤ جو اُنھوں نے زمین میں پیدا کی ہوں یا بتاؤ کہ آسمانوں کی تخلیق و بناوٹ میں ان کا کچھ حصّہ ہے؟ اگر یہ کچھ نہ بتا سکیں تو ان سے پوچھو کیا اللہ [جو ہمارا رب ہے اور خالقِ کائنات بھی، اُس] نے شرک کرنے کا کوئی تحریری اجازت نامہ دیا ہے جو ان شرکیہ حرکتوں کے لیے واضح جواز ہو! کچھ نہیں، بلکہ یہ ظالم [سردار، مجاور اور پجاری عوام] ایک دُوسرے کو محض پرفریب وعدوں کے جھانسوں میں الجھا رہے ہیں۔ .... مفہوم آیات ۳۸ تا ۴۰

انسانی زندگی کی بقا کے لیے، ہمارے دن رات کے بننے، موسموں کے آنے جانے اور اُن کے نتیجے میں فصلوں کے پکنے کا انحصار زمین سورج اور چاند کی اپنے محوروں پر انتہائی قطعیت کے ساتھ انتہائی متعین رفتار اور زاویوں سے گھومنے پر ہے، یوں یہ ایک نظامِ شمسی بنتا ہے ایسے اربوں کھربوں بلکہ لاتعداد نظاموں سے مل کر ایک کہکشاں [Milky way] بنتی ہے اور ایسی اربوں کھربوں کہکشاؤں کے ملنے سے یہ کائنات بنی ہے، اس کائنات میں تمام کُرّوں [جیسے سورج زمین مریخ وغیرہ] کے لیے اپنے تمام افعال مثلاً اپنے متعین رستے یا محور پر رواں رہنا اتنا ضروری ہے کہ اگر بال برابر فرق آجائے تو کائنات میں ایک بھونچال آجائے۔ کائنات کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ ایک نظامِ شمسی کی، اس پوری کائنات میں اتنی بھی اہمیت اور وقعت نہیں ہے، جتنی وقعت زمین پر سمندر کے کنارے ریت کے ایک ذرے کی پورے نظامِ شمسی کے مقابلے میں ہوتی ہے۔

اللہ ہی ہے جو اس کائنات کا خالق ہے، وہ انسان عقل و فہم سے اتنا گرا ہوا اور دور ہے جو کہے کہ یہ سب کچھ بغیر کسی بنانے والے کے بن گیا ہے، وہ فرد اس قابل ہی نہیں کہ اس سے کوئی بات کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی باتیں اور اُس کی قدرت کے مظاہر اتنے ہیں کہ اگر ساری دنیا کے سمندر سیاہی بن جائیں اور سارے درخت قلم بن جائیں اور کم پڑیں تو اتنے ہی اور آجائیں تب بھی اللہ تعالی کی تخلیق و قدرت و تعریف کی تفصیل نہ لکھی جاسکے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ، روح الامین کے ذریعے نبی ﷺ پر اگلی جو آیت نازل فرمارہے ہیں وہ انسانوں کے سامنے ایک سوال اُٹھاتی ہے کہ کون ہے جو سارے سیّاروں اور اجرامِ فلکی کو اپنی مقرر جگہ سے بال برابر ہل جانے سے روکے ہوئے ہے؟، اور بالفرضِ محال اگر وہ ہل جائیں تو کس میں اُنھیں پکڑ کر تھامنے کا بل بوتا ہے؟؟؟

حقیقت یہ ہے کہ صرف ایک اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین [بمع سارے سیّاروں اور اجرامِ فلکی] کو اپنی مقرر جگہ سے بال برابر ہل جانے سے روکے ہوئے ہے، اور بالفرضِ محال اگر وہ ہل جائیں تو اللہ کے علاوہ کوئی دُوسرا انھیں پکڑ کر تھامنے [یا اپنے مقررہ محور پر رہنے کے لیے مجبور کرنے] والا نہیں ہے۔ [انسانوں کی اس بغاوت و جرأت کے باوجود اُس کی جانب سے برداشت اور رحم و کرم، اللہ اللہ!!] بے شک اللہ بڑا حلیم اور در گزر فرمانے والا ہے۔ .... مفہوم آیت ۴۱

اے قریش کے لوگو! اپنے وعدہ ایمان و تسلیم کو یاد کرو

نبی ﷺ کی بعثت سے قبل قریش کے لوگ، یہود و نصاریٰ کی بگڑی ہوئی اخلاقی حالت کو دیکھ کر کہا

کرتے تھے اگر کوئی پیغمبر اُن کے درمیان مبعوث ہوا تو یہ آگے بڑھ کر حق کو اختیار کرنے والے بنیں گے۔ان کے اس قول کا ذکر پہلے بھی پانچویں سال میں سورہ صافّات (۱۶۷تا ۱۶۹) میں آچکا ہے [دیکھیے جلد سوم کاروانِ نبوت (۲۰۱۶ء) صفحہ ۲۰۷] ۔

یہ لوگ بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اگر کوئی خبر دار کرنے والا پیغمبر ان کے ہاں [قریش کے درمیان] آگیا تو یہ دنیا کی کسی بھی دُوسری قوم سے بڑھ کر حق کو اختیار کرنے والے بنیں گے۔ مگر اب، جب کہ خبر دار کرنے والا ان کے پاس آگیا تو اِن کے اندر حق سے اور حق لانے والے سے بے زاری اور نفرت کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ ہوا۔ یہ زمین میں اور زیادہ استکبار کرنے لگے اور بُری بُری چالیں چلنے لگے، حالانکہ بُری چالیں، خود چالیں چلنے والوں ہی پر اُلٹتی ہیں۔ایسا لگتا ہے کہ یہ ہماری اُسی سنت کا انتظار کر رہے ہیں جو پچھلی عذاب رسیدہ قوموں کے ساتھ ظاہر ہوئی۔تو سنو! تم سنت الٰہی میں نہ کوئی تبدیلی پاؤ گے اور نہ ہی سنت الٰہی کو کوئی طاقت مقرر راستے سے پھیر سکتی ہے۔ .... مفہوم آیات ۴۲تا۴۳

کیا یہ [زمین پر گھمنڈ سے رہنے والے انکاری] لوگ زمین میں کبھی چلے پھرے نہیں ہیں کہ انھیں [آثارِ قدیمہ کے کھنڈرات اور قبرستانوں میں] اُن لوگوں کا انجام نظر آتا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں! حالاں کہ وہ لوگ ان سے بہت زیادہ طاقت ور تھے؟ [بڑی سے بڑی ہستی ہو یا طاقت] اللہ کو کوئی چیز عاجز و مجبور کرنے والی نہیں ہے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں! بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے اور بڑی قدرت والا ہے۔ .... مفہوم آیت ۴۴

شعبِ ہاشم میں مقاطعہ جاری ہے، کفار اپنی چال چل رہے ہیں اور اللہ اپنی چال چل رہا ہے، روح الامین کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بات تکمیل کو پہنچ رہی ہے تاکہ نبی ﷺ اُسے تا قیامت تلاوت کے لیے اس کتاب کے وارثین کے سامنے سنا دیں، وارثین جن کے وہ خود سردار ہیں، ﷺ۔

اگر کہیں اللہ لوگوں کو اُن کی غلط کاریوں پر فوراً پکڑتا ہوتا تو زمین پر کسی متنفّس کو جیتا نہ چھوڑتا، مگر وہ انھیں ایک مقرر وقت تک کے لیے مہلت دے رہا ہے۔ پھر جب ان کو دی گئی مدّت کا وقت آن پُورا ہو گا تو اللہ اپنے بندوں کے معاملے کو [عدل اور شانِ رحمت کے ساتھ] دیکھ لے گا۔ .... مفہوم آیت ۴۵

☆☆☆☆☆